خواجہ غلام فرید کے صوفیانہ نظریات

ڈاکٹر نوید شہزاد
ایسوسی ایٹ پروفیسر پنجابی، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

SUFIC THOUGHTS OF KHAWJA GHULAM FARID

Naveed Shehzad, PhD
Associate Professor of Punjabi
Department of Punjabi, University Oriental College, Lahore

Abstract

Shariat and *Tareeqat* are the two aspects of Islam. Most of the Sufis adopt *Tareeqat* to maintain the course of their simple life. Known Sufi poet Khawja Ghulam Farid is one of them. He was the follower of *Wahdatul Wujood* school of Sufi thought and spoke high of Ibne Arabi, the expounder of the theory of *Wahdatul Wujood*. Khawja Ghualm Farid preached the real *Tasawwuf* through his unique poetry and attained the true path of life.

Keywords:

شریعت، طریقت، تصوف، اسلام، شیخ عبدالقادر جیلانی، مرشد،
ابن عربی، فلسفی، کائنات، عشق

شریعت اور طریقت ایک ہی راستے کے دو نام ہیں۔ اسلامی تصوف میں تصوف کی بنیاد شریعت ہے۔ سالک شریعت کے راستے پر چلتا ہوا جب اپنا سفر مکمل کر کے پہلی منزل پر پہنچتا ہے تو پھر وہ وہاں سے طریقت کا آغاز کرتا ہے یا اس طرح کہہ لیں کہ جب سالک شریعت میں پختہ ہو جاتا ہے تو پھر طریقت کی ابتدا ہوتی ہے۔ تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعے سے رب العالمین کی رضا اور معرفت کا حصول ہوتا ہے۔ تصوف کا عنوان تزکیہ، تصفیہ اور باطن کی تعمیر ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں:

''تصوف دین اسلام کی عملی صورت ہے اور یہ بندہ کی ظاہری اصلاح، باطن کی تعمیر، اس کے اخلاق کی تحسین اور اس کی عبادات کی تصحیح کا اہتمام کرتا ہے''(۱)

تصوف کے علم کا حصول مرشد کے بغیر ممکن نہیں۔ سالک کا اپنے مرشد کے ساتھ رابطہ یا صحبت اس کی سب سے بڑی کڑی ہے، جس کے جڑے رہنے سے سالک کو مرشد کی توجہ ملتی ہے، جب توجہ ملتی ہے تو منزلیں آسانی سے طے ہوتی جاتی ہیں اور پھر منزلیں طے ہونے کے بعد آخری منزل تک رسائی بھی یقینی ہوتی ہے۔ ضرورتِ شیخ کے حوالے سے مولانا اللہ یار خاں لکھتے ہیں:

''اگر ایمان عزیز ہو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا مقصود ہو تو معقولیت کا تقاضا یہی ہے کہ آدمی کسی معالج روحانی کو تلاش کرے کیونکہ روحانی طبیب کے بغیر روحانی صحت اور تزکیۂ باطن اور تعلق مع اللہ پیدا ہونا محال ہے''(۲)

خواجہ غلام فرید تصوف میں طریقت کے حوالے سے ابن عربی کے مقلد ہیں۔ فرماتے ہیں:

مرشد فخر جہاں نے کیتم ایہ ارشاد
عارف ابن العربی ساڈا ہے استاد(۳)

ابن عربی کون تھے؟ آپ ہسپانیہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا عہد 560 ہجری سے 638 ہجری کا ہے۔ فلسفہ وحدت الوجود کو پھیلانے کے لئے آپ کی خدمات قابل تحسین ہیں۔

آپ صوفی تو تھے ہی مگر ساتھ ساتھ اچھے فلسفی اور شاعر بھی تھے۔ انہوں نے وحدت الوجود کو عقلی دلیلوں پر تعمیر کیا۔ ابن عربی نے معروف ایرانی عالم مسکین الدین سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ مسکین الدین مکہ میں حدیث کا درس دیتے تھے۔ ابنِ عربی نے عشق مجازی کے رنگ میں عشق حقیقی کی بات کرتے ہوئے پُر جوش عشقیہ قصائد لکھے۔ یہ نام نہاد مذہبیوں کی سمجھ میں نہ آئے تو انہوں نے اسے عشق مجاز قرار دیتے ہوئے اُن کا خوب مذاق اُڑایا۔ وہ ویسے بھی آپ کے خیالات اور دعووں کو مذہب سے متصادم سمجھتے تھے۔ ابنِ عربی فرماتے تھے کہ ''کائنات اور خدا ایک ہی ہیں۔ ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں''۔(۴) یہیں سے ابنِ عربی اور مذہبیوں کا اختلاف شروع ہوا۔ نہ مذہبیوں نے ابنِ عربی کو مانا اور نہ ابنِ عربی نے مذہبیوں کی پرواہ کی۔ خواجہ غلام فرید، ابنِ عربی کو اپنا استاد مانتے ہیں، خود نہیں بلکہ اپنے مرشد کے حکم پر۔ ابنِ عربی کا مذہب عشق تھا اور مذہبیوں کا عقل۔ تصوف اور عشق دو مختلف چیزیں نہیں۔ تصوف کے سفر میں جب سالک کو مشاہدہ نصیب ہوتا ہے تو بہت سارے وہ راز بھی کھلتے ہیں جنہیں ''دنیا دار'' کبھی بھی سمجھ نہیں سکتے۔

خواجہ سائیں نے ابن عربی کے اُس نظریے کو مانا جس کی بنیاد ابنِ عربی کی صوفیانہ سوچ پر قائم ہوئی تھی، ورنہ وہ فلسفی اور شاعر بھی تھے۔ فلسفے کی عمارت انسانی سوچ پر قائم ہے اور انسانی عقل کبھی بھی مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے فلسفہ اور فلسفیوں کے حوالے سے خواجہ فرید کہتے ہیں:

> ''حیرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حیرتِ محمود اور یہ کمالِ عرفان ہے۔ دوسری حیرتِ مذموم اور یہ گمراہی کا کمال ہے۔ فلاسفر اور دہریہ لوگ اسی حیرتِ مذمومہ میں مبتلا ہو کر تباہ ہو جاتے ہیں''(۵)

یہ بھی دیکھ لیں کہ ''نام نہاد مذہبیت'' کیا ہے؟ جنہیں خواجہ نے ''مُلاں'' کہا، وہ کون ہیں؟ کیا ''مُلاں'' کسی شخصیت کا نام ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی شخصیت نہیں بلکہ یہ ایک کیفیت کا نام ہے۔ وہ کیفیت جس کی بنیاد کم علمی، بے خبری، تعصب، تنگ نظری، مفاد پرستی اور خود غرضی ہے۔

خواجہ فرید نے اپنے کلام میں ایسی ہی ''نام نہاد مذہبیت'' کی نفی کی ہے۔کارن یہ بتایا گیا کہ یہ بے چارے عشق کی نعمت سے محروم ہیں اور ساتھ ساتھ علم سے بھی۔خواجہ فرید کی زندگی بتاتی ہے کہ وہ نہ صرف صاحب شرع ہستی کے مرید تھے بلکہ خود بھی شریعت کی پابندی کو لازمی قرار دیتے تھے۔آپ اپنے مرشد کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ انتہائی بیماری کی حالت میں آپ کی تین نمازیں قضا ہوئیں۔ایسے ہی ایک بار آپ کے کسی مرید نے کسی سیاہ فام عورت سے عارفانہ کلام سن لیا۔جب آپ کو پتہ چلا تو آپ نے اپنے مرید کو بلا کر فرمایا ''تم نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے؟ میں ان علماء میں سے ہوں جنہوں نے شیخ منصور کو پھانسی پر چڑھا دیا تھا''۔(۶) اتنی باشرع، متقی اور پرہیزگار ہستی کا مرید (خواجہ غلام فرید) بھلا شریعت سے کیسے بھاگ سکتا تھا۔خواجہ کی زندگی کو فنائی المرشد کے مقام کے حصول نے مرشد کے رنگ میں رنگ دیا تھا فرق صرف عقل اور عشق کا ہے۔وہ ''ملاں'' کو عقل والا کہتے ہیں۔جہاں عقل و دانش کا دور دورہ ہوگا وہاں لالچ اور خودغرضی بھی سر اُٹھائے گی۔اعمال میں خلوص کے لئے عشق کا ہونا ضروری ہے۔جو سالک کو اعمال کے ثمرات و برکات کے لالچ یا اُمید سے بے نیاز کر کے صرف محبوب کی رضا کی چاہت تک محدود کر دیتا ہے۔خواجہ سائیں ''ملاں'' کو بدعقیدہ یا بھٹکے ہوئے نہیں سمجھتے البتہ عشاق کو ان سے اونچا ضرور جانتے ہیں، فرماتے ہیں:

ہر صورت وچ دیدار ڈٹھم
کل یار اغیار کوں یار ڈٹھم
رکھ ملاں تے منصور ڈٹھم (۷)

وہ منصور کے ساتھ ساتھ ''ملاں'' کو بھی رب الارباب کا ہی روپ مانتے ہیں۔یہ الگ بحث کہ وہ ''ملاں'' کو اپنا سمجھتے ہیں یا پرایا۔جس کا اشارہ مذکورہ بالا کلام کے دوسرے مصرعے میں کیا گیا۔پھر خواجہ کا یہ فرمان:

''شریعت زراعت کے گرد باڑ کا کام دیتی ہے''(۸)

یعنی جو شخص احکامِ شریعت کا لحاظ نہیں رکھتا وہ اپنا ایمان برباد کر دیتا ہے۔

شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کے فرق کو آپ نے نہایت خوبصورت انداز میں واضح کیا:

''جس کا پاؤں حقیقت سے پھسلا معرفت نے اس کو بچا لیا اور جو معرفت سے گرا طریقت نے اسے تھام لیا اور جو طریقت سے گرا اُسے شریعت نے سنبھالا دیا مگر جو شریعت سے گرا وہ کفر کی گہرائی میں جا پڑا'' (۹)

اس طرح یہ ماننا پڑے گا کہ آپ سیرتاً اور صورتاً باشرع تھے۔ ان کی کافیوں کا مطالعہ بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ نہ تو شریعت میں ملائیت ہے اور نہ ملائیت میں شریعت۔

اب بات کرتے ہیں پنجابی صوفیانہ شاعری کی کہ وہ ''مُلاں'' کو کس نظر سے دیکھتی ہے۔

سلطان باہو فرماتے ہیں:

پڑھ پڑھ حافظ کرن تکبر مُلاں کرن وڈیائی ہُو
گلیاں دیوچ پھرن نمانے وتن کتاباں چائی ہُو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا اوتھے پڑھن کلام سوائی ہُو
دوہیں جہانیں مُٹھے باہو جیہناں کھادی ویچ کمائی ہُو (۱۰)

سید وارث شاہ کہتے ہیں:

وارث شاہ میاں پنڈ جھگڑیاں دی پچھوں مُلاں مسیت دا آیا ای

بلھے شاہ کے مطابق:

پڑھ پڑھ ملاں ہوئے قاضی
اللہ علماں باجھوں راضی
ہووے حرص دنو دن تازی (۱۱)

صوفی شعراء نے جن ''ملوانوں'' کو موضوع کلام بنایا دراصل یہ وہ ہیں جن کے حوالے سے سلطان باہو نے کہا تھا:

جیکر دین علم وچ ہوندا تاں سر نیزے کیوں چڑھدے ہُو
اٹھاراں ہزار جو عالم آہا اوہ اگے حسینؑ دے مردے ہُو (۱۲)

اس طرح یہ طے ہوا کہ دین میں تو علم ہے مگر علم میں سارا دین نہیں۔ شاید اسی لئے

خواجہ فرید نے اپنے مرشد کے حکم پر ابنِ عربی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے یہ نعرہ بلند کیا:

ملوانے دے وعظ نہ بھانے
بے شک ساڈا دین ایمانے
ابن العربی دا دستور (۱۳)

ابن عربی کے دستور کے حوالے سے بات ہو چکی ہے کہ اس کا ناطہ اور میل عشق کے ساتھ بنتا ہے اور عشق راستے نہیں ڈھونڈتا۔ منزل پر پہنچنے کے لئے عقل کو راستوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ راستوں کی تلاش، مشکلات اور ضرورت عشق کا موضوع نہیں۔

خواجہ فرید تقلید کو برا نہیں سمجھتے بلکہ اس تقلید کو برا جانتے ہیں جس میں کم علمی اور بے خبری ہو۔ ایسی تقلید کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ کی تقلید خاص ہستیوں کی تقلید ہے، جس میں حقیقی کشف اور مشاہدہ بھی شامل ہوتا ہے۔ ان کی طرف سے خود ساختہ انسانی سوچوں کی کئی جگہ نفی کی گئی۔ آپ کے مطابق یہ سوچیں انسان کو تباہی کی طرف لے جاتی ہیں۔ یہاں اس بات کا اظہار بھی ضروری ہے کہ آپ تقلید کو صرف اس وقت تک لازم قرار دیتے ہیں جب تک سالک کو توحید سے ایک ''رمز'' نصیب نہیں ہو جاتی، کہتے ہیں:

جب ہک رمز ملی توحیدوں
دل آزاد ڈٹھم تقلیدوں (۱۴)

یہ بات کوئی سالک فنا فی اللہ کے مقام کو پانے کے بعد ہی کر سکتا ہے۔ ورنہ جب تک سالک ان جان راہوں پر طے شدہ منزل کی جانب سفر کرتا ہے تب تک اُسے راہنمائی کی ضرورت رہتی ہے، ورنہ سفر رائیگاں نہیں تو مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔ تقلید تب پچھلی منزل بن جاتی ہے جب مشاہدے کا حصول ہو جائے۔ جب سالک کو تصوف کے تمام ثمرات و برکات نصیب ہو جائیں تو وہ پکار اُٹھتا ہے:

گئی تقلید آئی تحقیقے
تھئے واضح مکشوف دقیقے
فاش مبین کُل اسرار
برزخ زیر زبر شد مد (۱۵)

یہاں ایک اور بات واضح ہو جاتی ہے کہ وحدت کے غلبے یا فنا فی اللہ کے مقام کے حصول سے پہلے سالک ''کفر اسلام'' کا مانت ہوتا ہے۔''کفر اسلام'' سے مراد مفاد پرست اور خود غرض عالموں کے پیدا کردہ وہ چھوٹے بڑے جھگڑے ہیں جنہوں نے جہاں مسلمانوں کو تقسیم در تقسیم کر دیا وہاں حقیقت کی آشنائی سے بھی مکمل طور پر نہیں تو کافی حد تک دور کر دیا۔ وحدت ہی وہ مقام اور منزل ہے جہاں آ کر خواجہ سائیں ملائی اثر سے نکل کر ابن العربی کے گروہ میں داخل ہوتے دکھائی دیتے ہیں:

ابن العربی دی رکھ **ملت**
ٹھپ رکھ فقہ، اصول، مسائل(۱۶)

یا یہ دیکھیں: ٹھپ فقہ اصول عقائد نوں
رکھ **ملت** ابن العربی دی(۱۷)

یہاں ابن عربی کے ساتھ منصور بن حلاج کو بھی اپنا استاد قرار دیا گیا ہے، فرماتے ہیں:

ملاں ویری سخت ڈیندے
بے شک ڈس استاد دلیں دے
ابن العربی تے منصور(۱۸)

خواجہ ایک الف اور میم کے طالب ہیں۔ جیسے بلھے شاہ نے کہا تھا:

بُلھا نہ رافضی نہ ہے سُنی
عالم فاضل نہ عالم جُنی
اکو پڑھیا علم لدنی
واحد الف میم درکار(۱۹)

یا سلطان باہو کے مطابق:

نام فقیر تنہاں دا باہو جیہڑا دم دم دوست سمالے ہُو(۲۰)

صوفی کا پہلا اور آخری سبق ''الف'' ہوتا ہے۔ مگر یہاں خواجہ فرید کچھ اور کہہ رہے ہیں، کہتے ہیں:

ورد مبانی کشف معانی
اہل دلیں دا شانے(۲۱)

آپ کشفِ حقیقی کے ساتھ ساتھ اوراد و وظائف کو بھی اہلِ دل کی شان قرار دیتے ہیں۔ اہلِ دل کی شان تو صرف اسم ذاتِ حق ہے جسے کامل مرشد اپنی نگاہ سے سالک کے دل میں لکھنے کے ساتھ ساتھ سانسوں کا زیور بھی بناڈالتا ہے۔ آپ اوراد و وظائف کی تلقین یوں کرتے ہیں:

''نرمی اور رقت قلب کے لئے وظیفہ یہ ہے کہ نماز مغرب کے بعد تین ہزار گیارہ مرتبہ ذکر اسم ذات یا اللہ یا اللہ یا اللہ پڑھنا چاہیے'' (۲۲)

''فجر کی نماز کے بعد ایک ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھنا چاہیے۔ اس کے علاوہ ایک ہزار بوقت دوپہر پڑھنا چاہیے۔ اس وظیفے میں بڑا اثر ہے۔ ایک دفعہ شروع کر کے پھر ترک نہیں کرنا چاہیے'' (۲۳)

دین اسلام کے ساتھ خاص جڑت رکھنے والی ہستیوں کی زندگی بتاتی ہے کہ یہ لوگ تین طرح کے ہیں۔ ایک عالم، دوسرے عامل اور تیسرے صوفی۔ عالم علم والے، عامل اوراد وظائف اور چلہ کشی کرنے والے اور صوفی جنہوں نے صرف ذاتِ حق کی یاد کو دل میں جگہ دی (صوفی بھی تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو ولی اللہ ہیں مگر اُن کے حوالے سے دنیا بے خبر ہے بلکہ وہ اپنے روحانی مقام سے خود بھی آشنا نہیں، دوسرے وہ ہیں جو صاحبِ ولایت، صاحبِ مشاہدہ ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کرامات بھی ہیں مگر وہ اپنے مریدین میں سے کسی کو چاہتے ہوئے بھی روحانی منازل طے نہیں کرواسکتے۔ تیسرے وہ ہیں جو صاحبِ ولایت، صاحبِ مشاہدہ اور صاحبِ کرامات ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی روحانی منازل طے کروانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ بہر حال تصوف میں مرشد کا درجہ تیسرا مقام و مرتبہ رکھنے والی ہستیوں کو ہی دیا جا سکتا ہے)۔ مگر خواجہ کے بقول:

ست کر ورد فریدؔ ہمیشہ
گیت پرم دے گاندے (۲۴)

تو ساری بات سمجھ آجاتی ہے کہ وہ چلے کاٹنے والے روایتی درویش نہیں بلکہ صوفی ہیں۔ پہلے بول کسی خاص کیفیت کا اظہار ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس راستے میں سالک پر کئی کیفیات آتی

جاتی رہتی ہیں۔ کچھ میں سے وہ خود نکل آتا ہے اور کچھ میں سے کامل مرشد نکال لیتا ہے:

مُلاں مارن سخت ستاون
جھگڑے راز دا بھیت نہ پاون
بے وس شودے ذہن معذور(۲۵)

وہ انہیں مشاہدے کی طاقت نہ رکھنے والے، بے بس، بے چارے اور لاچار کہتے ہیں۔

کلام کا یہ حصہ دیکھیں:

مُلاں نہیں کہیں کار دے
شیوے نہ جانن یار دے
سمجھن نہ بھیت اسرار دے
وچ کنڈ دے بھرنے تھنے دنی(۲۶)
عشق دی بات نہ سمجھن اصلوں
ایہ ملوانے رُکھڑے(۲۷)

خواجہ غلام فرید شریعت کے ساتھ ساتھ اس تقلید کے بھی ماننے والے ہیں جس کی بنیاد علم حقیقی اور حیرت محمود ہو۔ وہ شریعت کی منزل کو طریقت کا آغاز قرار دیتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ راستہ شریعت کے راستے سے زیادہ مشکل ہے جہاں قدم قدم پر جواب دہی، امتحان اور مواخذہ ہوتا ہے۔ اسی لیے سلطان باہو نے کہا تھا:

مذہباں والے دروازے اُچے راہ ربانا موری ہُو
پنڈتاں تے ملوانیاں کولوں چھپ چھپ لنگھے چوری ہُو(۲۸)

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی، شیخ۔ تصوف کے روشن حقائق۔ (مترجم: محمد اکرم الازہری)، لاہور: زاویہ ٹریڈرز، 1998ء، ص45

(۲) اللہ یار خاں، مولانا۔ دلائل السلوک۔ (مرتب: حافظ عبدالرزاق)، چکوال: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ، بار دہم اپریل 1995ء، ص70

(۳) دیوانِ خواجہ فرید۔ (ترجمہ، تحقیق: خواجہ طاہر محمود کوریجہ)، لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، جون 2002ء، ص226

(۴) علی عباس جلالپوری۔ وحدت الوجود تے پنجابی شاعری؛ لاہور: پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، فروری 1993ء، ص165 تا 167

(۵) فرمودات فرید۔ (تحقیق و تحریر: ڈاکٹر طاہر تونسوی)، ملتان: سرائیکی ادبی بورڈ، 2001ء، ص141

(۶) نخلستان ادب 2006ء؛ بہاولپور: گورنمنٹ صادق ایجرٹن کالج، ص32-33

(۷) دیوانِ خواجہ فرید۔ (ترجمہ، تحقیق: خواجہ طاہر محمود کوریجہ)، ص357

(۸) فرمودات فرید۔ (تحقیق و تحریر: ڈاکٹر طاہر تونسوی)، ص127

(۹) ایضاً، ص63

(۱۰) ابیاتِ باہو (ترتیب: ڈاکٹر محمد اسلم رانا)، لاہور: عزیز پبلشرز، 1995ء، ص31

(۱۱) کافیاں بلھے شاہ (مرتبہ: پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی)، لاہور: تاج بک ڈپو، 1988ء، ص127

(۱۲) ابیاتِ باہو (ترتیب: ڈاکٹر محمد اسلم رانا)، ص34

(۱۳) دیوانِ خواجہ فرید (ترجمہ، تحقیق: خواجہ طاہر محمود کوریجہ)، ص243

(۱۴) ایضاً، ص156 (۱۵) ایضاً، ص228 (۱۶) ایضاً، ص331 (۱۷) ایضاً، ص205

(۱۸) دیوانِ خواجہ فرید (ترجمہ، تحقیق: خواجہ طاہر محمود کوریجہ)، ص280

(۱۹) ایضاً، ص129

(۲۰) ابیاتِ باہو (ترتیب: ڈاکٹر محمد اسلم رانا)، ص46

(۲۱) دیوانِ خواجہ فرید (ترجمہ، تحقیق: خواجہ طاہر محمود کوریجہ)، ص755

(۲۲) فرمودات فرید (تحقیق و تحریر: ڈاکٹر طاہر تونسوی)، ص120

(۲۳) ایضاً، ص121

(۲۴) دیوانِ خواجہ فرید (ترجمہ، تحقیق: خواجہ طاہر محمود کوریجہ)، ص760

(۲۵) ایضاً، ص243 (۲۶) ایضاً، ص765 (۲۷) ایضاً، ص589

(۲۸) ابیاتِ باہو (ترتیب: ڈاکٹر محمد اسلم رانا)، ص47